غلام گرداش

بابے

دوپہر کے وقت قادری صاحب کو ملنے چلا گیا۔عمومی طور پر شام کو حاضر ہوتا تھا۔لارنس روڈ لاہور پر شاید دو تین ایکڑ کا گھر۔ مگر یہ خاندانی گھر تھا۔قادری صاحب گھر کے باہر والے کمرے میں رہتے تھے۔گھر کی مسجد کے پیچھے خیمہ لگا ہوا تھا۔اس کے تھوڑا سا پیچھے لنگر خانہ جہاں ہر وقت کھانا پکتا رہتا تھا۔بہترین اور خوشبودار کھانا' سب کے لئے موجود رہتا تھا۔ملازم سے پوچھا کہ قادری صاحب تشریف رکھتے ہیں۔سلام کرنا چاہتا ہوں۔چند لمحوں میں واپس آیا۔بلا رہے ہیں۔احترام سے خیمے میں داخل ہوا تو دیکھا کہ باہر درخت کے نیچے' کرسی پر بیٹھے اخبار پڑھ رہے تھے۔اجازت لے کر دوسری کرسی پر بیٹھ گیا۔کیسے آنا ہوا' دوپہر کو۔بس صرف زیارت مقصود تھی۔بھاری بھرکم عینک میں قادری صاحب پروفیسر لگ رہے تھے۔ان کے ہاتھ میں اخبار دیکھ کر حیران ہو گیا۔آپ اخبار بھی پڑھتے ہیں۔ہاں۔کیوں نہیں۔کہاں لکھا ہے کہ خدا کی راہ میں چلنے والے لوگ دنیاوی حالات سے پیوستہ نہیں رہیں گے۔ میرے لئے جواب عجیب سا تھا۔پھر قادری صاحب کہنے لگے۔ڈاکٹر' یہ اخبار میں لکھا ہوا تو نہیں ہے۔مگر بتایا جاتا ہے کہ فلاں افسر خلق خدا کے ساتھ حد درجہ ناروا سلوک رکھتا ہے۔حیران ہو گیا۔اگر اخبار میں نہیں لکھا ہوا تو آپ کو کیسے معلوم ہو گیا۔آپ تو اکیس برس سے گھر سے باہر نہیں نکلے۔قادری صاحب انتہائی تسلی سے بولے۔یہ افسر پتہ نہیں کیوں' لوگوں کے ساتھ ظلم کرتا ہے۔طاقت نے اسے دیوانہ کر دیا ہے۔عرض کرتا چلوں کہ تھوڑے ہی عرصے میں وہ افسر تبدیل ہو گیا۔اسے صوبے سے نکال دیا گیا۔یہ بات برسبیل تذکرہ تھی۔ویسے وہ افسر پھر پوری زندگی دربدر رہا۔حیرت تو یہ تھی کہ قادری صاحب کا اس طرح کے دنیاوی معالات سے کیا واسطہ! مگر صاحب یہ بات صرف اور صرف سمجھنے کی ہے۔دنیا کے نظام میں مخلوق خدا کی دیکھ بھال کے لئے قیامت تک کوئی نہ کوئی بزرگ ہر زمانے میں متعین رہتا ہے۔اسے قطب مدار کا نام دیا جاتا ہے۔زمانے کی رگیں اس کے ہاتھ میں ہوتی ہیں۔فیصلے وہ کرتا ہے اور ہمارے جیسے فانی انسان صرف کاغذوں پر دستخط کرتے ہیں۔

بات قادری صاحب سے ملاقات کی ہو رہی تھی۔فرمانے لگے کہ اچھا خدا ہے' مجھے ٹرین کے ڈبے میں بیٹھا کر اب بتاتا ہی نہیں کہ ٹرین کب چلے گی۔چلے گی بھی یا نہیں۔اور کس سٹیشن پر اترنا ہے۔مجھے کچھ پلے نہیں پڑا۔ٹرین' سٹیشن' ساکت یا حرکت کرتے ڈبے۔اس کا کیا مطلب ہے۔ویسے اس وقت خوف کی ایک لکیر دل میں وارد ہوئی۔کہ قادری صاحب' میرے جیسے جاہل سے ایسی باتیں کیوں کر رہے ہیں۔کہنے لگے۔اس خدا نے مجھے تو اکیس برس سے قید کر رکھا ہے۔پتہ نہیں کب رہائی ہو گی۔یہ بات حد درجہ سچ تھی۔قادری صاحب کے گھر میں ایک جانب ایک لکیر سی تھی۔دھائیوں سے اس لکیر سے باہر نہیں آئے تھے۔یہ حد درجہ غیر معمولی بات تھی۔ہر ایک کے علم میں تھا کہ وہ ایک مخصوص مقام سے باہر قدم نہیں نکالتے۔ویسے ڈاکٹر! خدا کو سمجھنا ہی نہیں چاہیے۔بس اس سے عشق کرنا چاہیے۔مگر یہ بات صرف اور صرف فہم اور ادراک کی ہے۔میرے جیسے آدمی جو دین اور دنیا کے

درمیان پنڈولم بن چکا ہے۔ بھلا اس کا ان روحانی چیزوں سے کیا کام۔ اتنی دیر میں ایک بوڑھی عورت آئی۔ اس کے ہاتھ میں اکتارہ کی طرح کا کوئی موسیقی کا آلہ تھا۔ اس لکیر سے باہر کھڑے ہو کر ساز بجانے لگی۔ حیرت انگیز بات یہ تھی کہ اس سرحد کو عبور نہیں کر رہی تھی، جس سے قادری صاحب باہر نہیں نکلتے تھے۔ مگر اس بڑھیا کو اس روحانی سرحد کا علم کیسے ہے۔ کچھ سمجھ نہیں آیا۔ قادری صاحب نے شاید میرا چہرہ پڑھ لیا۔ فرمانے لگے میں ایک عام سا آدمی ہوں۔ میرے پاس تمام مذاہب اور طبقے کے لوگ آتے ہیں۔ کسی کے لئے کوئی ممانعت نہیں ہے۔ یہ عورت اک تارہ بجا کر خدا کی عبادت کر رہی ہے۔ ذہن بھک سے خالی ہو گیا۔ ایسے محسوس ہوا کہ پوری دنیا میں صرف ایک بوڑھی عورت ہے۔ میلے کچیلے کپڑے پہن رکھے ہیں۔ اک تارہ بج رہا ہے۔ اور سب کچھ غائب ہو چکا ہے۔ میں بھی، قادری صاحب بھی، خیمہ بھی اور درخت بھی۔ قادری صاحب نے ہنستے ہوئے کہا کہ ڈاکٹر، کدھر چلے گئے ہو۔ یہ تو میرا گھر ہے۔ یہاں ہر ایک کو آنے کی اجازت ہے۔ ویسے قادری صاحب مکمل طور پر ٹھیک نہیں کہہ رہے تھے۔ ملازم چند دن پہلے بتا چکا تھا کہ ملک کے وزیراعظم اکیلے ملنے کے لئے کئی گھنٹے انتظار کرتے رہے تھے۔ دعا کے لئے آنا چاہتے تھے۔ مگر قادری صاحب نے ملنے ہی سے انکار کر دیا۔ تین ماہ کے بعد وہ وزیراعظم ہی نہ رہے۔ بہر حال تھوڑی دیر بعد اجازت لے کر واپس آیا تو مشکل کیفیت میں تھا۔ ساری رات سوچتا رہا کہ یہ قادری صاحب بالآخر کون ہیں۔ صرف پچیس سال پہلے کی بات ہے۔

دراصل یہ بابے بہت بڑے فراڈیے ہوتے ہیں۔ یہ وہ قزاق ہیں جو بھیس بدل کر آپ کو لوٹ لیتے ہیں۔ پھر جب آپ کو ضرورت ہوتی ہے تو دوگنا یا تگنا کر کے واپس کر دیتے ہیں۔ اپنی مرضی سے کام کرتے ہیں۔ یا شاید خدا کے اشارے کے منتظر رہتے ہیں۔ یہ سلوک کی منزلیں ہیں۔ کون کس شاہراہ پر گامزن ہے۔ کوئی علم نہیں۔ کون کس قافلے کا مسافر ہے یہ بھی کوئی مسئلہ نہیں۔ سب کی منزل بالکل ایک ہے۔ خلق خدا کی خدمت اور خدا کی وحدانیت میں جذب ہونا۔ خیر یہ تمام باتیں نہ لکھی جا سکتی ہیں۔ نہ کہی جا سکتی ہیں۔ یہ راز تو نہیں ہیں۔ مگر عام بھی نہیں ہیں۔ ہاں، گزشتہ دو برسوں میں ایک اور صوفی انسان سے واسطہ پڑ گیا ہے۔ امریکہ میں ڈاکٹر ہے۔ اپنی تنخواہ کا کثیر حصہ عام مریضوں پر خرچ کر دیتا ہے۔ بتاتا ہے کہ امریکہ میں بہت غربت ہے۔ ڈاکٹر انشورنس کے بغیر لوگوں کا مفت علاج کرتا ہے۔ جیب سے دوائیاں خرید کر دیتا ہے۔ لمبی سی داڑھی رکھی ہوئی ہے۔ دسمبر میں کرسمس کے نزدیک لال ٹوپی پہن کر سانتا کلاز، بن جاتا ہے۔ بچوں میں تحفے تقسیم کرتا ہے۔ میرا بچپن کا کلاس فیلو ہے۔ مگر اب محسوس ہوتا ہے کہ وہ ایک بچہ تھا، اور پھر یک دم بوڑھا ہو گیا۔ سات آٹھ سو برس کا بزرگ۔ جوانی اس کو چھو کر نہیں گزری۔ مجھے ویسے اس کی اکثر باتیں اب سمجھ نہیں آتیں۔ ویسے اب تو میں کچھ بھی سمجھنا ہی نہیں چاہتا۔ ڈاکٹر پاکستان آ کر ہمارے ایک باہمی دوست، چوہدری ارشد کے ساتھ بابا فریدؒ کے مزار پر فاتحہ کے لئے گیا۔ ارشد نے بتایا کہ مزار کا وقت ختم ہو چکا تھا۔ پھر صاحب مزار نے کوئی حکم دیا۔ اور ایک فراش، ڈاکٹر اور ارشد کو اندر لے گیا۔ یہ بات ڈاکٹر نے بہت مشکل سے بتائی۔ ویسے پہلے نہیں۔ اب بس ایسے لگتا ہے کہ اسے بالکل نہیں جانتا۔ نصف صدی کی دوستی کے باوجود وہ میرے لئے ایک اجنبی ہے۔ مانوس سا اجنبی۔ ویسے اس طرح کے لوگ بہت بڑے ڈاکو

ہوتے ہیں۔آپ کا سب کچھ لوٹ کر اپنے تھیلے میں ڈال لیتے ہیں۔پھر اپنی مرضی سے واپس کر دیتے ہیں۔راہ فنا پر چلنے والے لوگ' بہت بڑے مداری' پاگھنڈی اور بہروپیے ہوتے ہیں۔ان لوگوں سے دور بھاگتا ہوں۔مگر یہ کسی نہ کسی طریقے سے اپنے نزدیک کر لیتے ہیں۔یہ بابے حد درجہ خطرناک لوگ ہیں؟